آر ایس ایس کو پہچانیں
شمس الاسلام
آر ایس ایس کو پہچانیں
شمس الاسلام

آر ایس ایس کو پہچانیں

شمس الاسلام

مترجم

شاہانہ خان

مصنف : شمس الاسلام
اڈیشن : ۲۰۰۹ء
تعداد : 2000
ناشر : ایمپور انڈیا پریس،
ایس ایف ۱۴/اسی ،حمید شاہ کمپلیکس،
کبن پیٹ، بنگلور-۵۶۰۰۰۲

قیمت: ۲۰ روپے

فہرست

حرف آغاز

راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آرایس ایس) کے نام سے پہچانے جانے والی تنظیم کا یہ دعوی ہے کہ وہ اس ملک کی عظیم رکھوالی ہے، سب سے بڑی وطن پرست ہے اور ملک کے تئیں پکی وفادار ہے۔ اس کے حمایتی لوگ اور تنظیمیں مسلسل اس پروپیگنڈہ میں معروف ہیں کہ آرایس ایس اور وطن پرستی ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔

اس ملک میں کون وفادار ہے کون نہیں، یہ سند دینے کا ذمہ بھی آرایس ایس نے اپنے سر لے رکھا ہے۔ جب کہ آرایس ایس ایک ایسی تنظیم ہے جو نہ تو آزاد بھارت کے آئین یا دستور اساسی، قومی ترنگے جھنڈے، جمہوریت اور مذہبی میل جول والے قومی جذبے میں یقین رکھتی ہے اور نہ ہی جنگ آزادی سے اس کا کوئی سروکار تھا۔ آرایس ایس جنگِ آزادی کے دوران جاں نثار کرنے والے شہیدوں کو کتنی حقارت سے دیکھتا تھا یہ جان کر کسی کو بھی غصہ آنا لازمی ہے۔ یہ وہی شرارت پسند تنظیم بھی ہے جو ملک کی اقلیتوں کے خلاف مسلسل زہر اگلتی رہتی ہے۔

آرایس ایس کے اپنے دستاویزوں کی روشنی میں اس کے اصل چہرے کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے مقصد سے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ آرایس ایس دلتوں، اچھوتوں اور خواتین کے بارے میں جو شرمناک اور سطحی نظریہ رکھتا ہے، اس سے متعلق اسناد بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ آرایس ایس کے دستاویزات اور کارروائیوں سے یہ بہت واضح ہو

جاتا ہے کہ وہ قومی آئین، ترنگے جھنڈے، جمہوریت اور سیکولرازم کے بارے میں کتنی شرمناک سوچ رکھتا ہے۔ آرایس ایس کے دستاویزوں سے جنگ آزادی میں اس تنظیم کی غداری کے چونکانے والے حقائق بھی سامنے آتے ہیں۔

آرایس ایس کے دستاویزات میں موجود حقائق یقیناً ان لوگوں کو بہت ناامید کریں گے جو ابھی تک یہ مانتے رہے ہیں کہ آرایس ایس انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانا چاہتا تھا یا آزاد بھارت کے جمہوری آئینی نظام کے لئے وفادار ہے۔ اس تنظیم کی مختلف اشاعتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آرایس ایس ملک کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔ خاص طور پر ایسے حالات میں جب کہ 1998 سے 2004 تک رہے ملک کے وزیر اعظم، اٹل بہاری واجپائی اور نائب وزیر اعظم، لال کرشن اڈوانی یہ کہہ رہے ہوں کہ ان کے لئے آرایس ایس کی حیثیت وہی ہے جو جواہر لال نہرو کے لئے گاندھی جی کی تھی۔ یہ دونوں حضرات کئی بار اس حقیقت کو دہرا چکے ہیں کہ وہ آرایس ایس کے سویم سیوک (رضاکار) ہیں۔ لال کرشن اڈوانی نے تو آرایس ایس کو بھی بھارتیہ جنتا پارٹی کے لئے 'ناف نلی' ہونے کی مثال تک دے ڈالی تھی۔ اس سے ان کی مراد تھی کہ آرایس ایس ان کے لئے اسی طرح خوراک کا انتظام کرتا ہے جس طرح ایک ماں اپنے حمل میں پل رہے بچے کو زندہ رکھنے کے لئے ناف کے ذریعہ غذا پہنچاتی ہے۔ آرایس ایس کا اس طرح بڑھتا اثر ہمارے جمہوری اور سیکولر ملک کو کتنے خطرناک بحران میں دھکیل سکتا ہے اس کا اندازہ لگانا ذرا مشکل کام نہیں ہے۔ آرایس ایس اب حاشیہ پر پڑی کوئی تنظیم نہ رہ کر اپنے خطرناک سیاسی ایجنڈے کو پورا کرنے میں لگی ہے۔ یہ جمہوری- سیکولر بھارت کو

ایک مذہبی ریاست یعنی ہندوراشٹر میں تبدیل کرنے کے لئے برسرِ کار ہے-اگر ملک کے سبھی باشندے اس اندرونی دشمن کی طرف سے خبردار نہ ہوئے تو ملک کو تباہ و برباد ہونے سے کوئی نہیں بچا پائے گا۔

نوٹ :ایس دستاویز میں پیش کردہ سبھی حوالے آرایس ایس کی اشاعتوں سے لئے گئے ہیں-

شمس الاسلام
دہلی
19جنوری،2009
Email:notoinjustice@gmail.com

☆☆☆

آرایس ایس کی وفاداری کس کے لئے؟

ترنگے جھنڈے کے خلاف!

آرایس ایس نہ تو جنگ آزادی کے دوران اور نہ ہی آزادی کے بعد قومی جھنڈے کے تیں وفاداری میں یقین رکھتا ہے۔ دسمبر1229 میں کانگریس نے اپنے لاہوراجلاس میں حکومت خوداختیاری کو قومی نصب العین قرار دیتے ہوئے لوگوں کو دعوت دی تھی کہ 26/جنوری 1930ء کو ترنگا جھنڈا لہرائیں اور یوم آزادی منائیں۔اس کے جواب میں آرایس ایس کے اس وقت کے سرنگھ چالک (سربراہ) ڈاکٹر ہیڈگوار نے ایک حکم نامہ جاری کر کے آرایس ایس کی تمام شاکھاؤں کو کیسریا جھنڈہ پوجنے کا حکم دیا۔

آرایس ایس نے کبھی قومی جھنڈے کا احترام تو نہیں کیا لیکن اسے اپنے مفاد کے لیے ضرور استعمال کرتا رہا۔اس کے رضاکار کشمیر کی دارالحکومت شری نگر کے لال چوک میں دھوم دھڑاکے سے ترنگے جھنڈے کو لہرا کر ملک کی مخالف طاقتوں کو چیلنج کرنے کا ڈھکوسلہ ضرور کرتے ہیں، تاکہ اس سے انہیں کافی شہرت حاصل ہو

۔لیکن اس سچائی کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ جنگ آزادی کے دوران جب ترنگا جھنڈا ،انگریز سرکار کے خلاف ہندوستانی رعایا کی متحد تحریک کی علامت تھا تب بھی آر ایس ایس کے لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اور آج جبکہ یہ قومی جھنڈا ہے آر ایس ایس اسے بدنام کرنے کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑتا۔

14 جولائی 1946ء کو آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک ایم ایس گولولکر نے گُرو پورنما کے موقع پر ناگپور میں ایک جلسے میں ہر بار کی طرح پھر سے دعویٰ کیا کہ صرف ''کیسریا (جوگیہ) جھنڈا ہی مجموعی طور پر عظیم ہندوستانی تہذیب کی علامت ہے''(۱) انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ کیسریا جھنڈا ہی بھگوان کا روپ ہے۔ گولولکر نیہ بھی دعویٰ کیا کہ:

ہماری عظیم تہذیب کا مکمل تعارف دینے والی علامت ہمارا کیسریا جھنڈہ ہے جو ہمارے لئے بھگوان کی طرح ہے۔ اسی لئے پوجنے لائق اس جھنڈے کو ہم نے اپنے گورو کی جگہ رکھنا مناسب سمجھا ہے۔ ہمارا کامل یقین ہے کہ آخر میں اسی جھنڈے کے سامنے سارا ملک سرنگوں ہوگا[۲]

آزادی کے بعد جب ترنگا قومی جھنڈا بن گیا تب بھی آر ایس ایس نے اس کو اپنانے سے انکار کر دیا۔ گولولکر نے قومی جھنڈے کے موضوع پر اپنے مضمون ''پتن ہی پتن'' (زوال ہی زوال) میں لکھا:

ہمارے لیڈروں نے ہمارے ملک کے لئے ایک نیا جھنڈا تجویز کیا ہے۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ تباہی کے طرف بہنے اور نقلچی پن کا واضح ثبوت ہے[۳]۔

گولولکر آگے چل کر اپنے مضمون میں اُس سوچ کی مذاق اڑاتے ہیں جس کے تحت ترنگے جھنڈے کو ہندوستان عوام کے اتحاد کی علامت مان کر قومی جھنڈے کی شکل میں اپنایا گیا۔ ان کا کہنا تھا:

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک صحیح اور صحت مند قومی نظریہ ہے؟ یہ تو صرف ایک سیاسی جوڑ توڑ تھی صرف کام چلاؤ فوری حل تھا۔ یہ کسی قومی نظریے، قومی تاریخ اور روایت پر مبنی کسی سچائی سے متاثر نہیں تھا۔ وہی جھنڈی آج کچھ چھوٹی موٹی تبدیلیوں کے ساتھ قومی جھنڈے کی شکل میں اپنا لیا گیا ہے۔ ہمارا ایک قدیم اور عظیم ملک ہے۔ جس کا شاندار ماضی رہا ہے تب کیا ہمارا اپنا کوئی جھنڈہ نہیں تھا؟ کیا ہزار سالوں میں ہی ہمارا کوئی قومی نشان نہیں تھا؟ یقیناً وہ تھا تب ہمارے دماغوں کا یہ کھوکھلا پن کیوں؟[۴]

ملک کی آزادی کے موقعہ پر جب پورا ملک لال قلعے پر ترنگے جھنڈے کو لہراتے دیکھنے کے لئے مشتاق تھا آر ایس ایس نے اپنے انگریزی ترجمان اخبار ''آرگنائزر'' میں (14/ اگست، 1947) کو، قومی جھنڈے کے طور پر ترنگے

جھنڈے کے چُنے جانے کی زبردست تنقید کرتے ہوئے لکھا:

وہ لوگ جو قسمت کی چال سے حکمراں بن بیٹھے ہیں وہ بھلے ہی ہمارے ہاتھوں میں ترنگے کو تھادیں لیکن ہندو اِسے نہ کبھی اپنائیں گے اور نہ کبھی اِس کی عزت کریں گے۔ تین کا ہندسہ اپنے آپ میں بُرا ہے اور ایک ایسا جھنڈا جس میں تین رنگ ہوں بیحد خراب نفسیاتی اثر ڈالے گا اور ملک کے لئے نقصان دہ ہوگا۔

☆☆☆

آئین ہند کے خلاف

آر ایس ایس کے رضا کار ہندوستان کے جمہوری اور سیکولر آئین میں کتنا یقین رکھتے ہیں اس کا اندازہ آر ایس ایس کی 'شاکھاوں' میں پڑھی جانے والی 'دعا' (پرارتھنا) اور 'عہد' (پرتگیا) سے لگایا جا سکتا ہے۔ 'دعا' میں ہمارے دیش کے سیکولر روپ کو خارج کر کے اسے ہندو بھومی کا نام دیا گیا ہے۔

دعا کے لفظ ہیں:

اے شفیق مادر وطن! میں تمہیں متوار سلام کرتا ہوں! اے ہندو سرزمین تو نے ہی مجھے آسودگی بخشی ہے۔ اے مبارک مادر

پاک! تیرے لئے ہی میرے جان قربان ہو۔ تمہیں میں لا متنا ہی سلام کرتا ہوں۔ اسے قادر کل خدا! یہ ہم ہندو قوم کے اعضاء، تمہیں باادب سلام کرتے ہیں۔ تمہارے ہی کام کے لئے ہم نے اپنی کمر کسی ہے۔ اُسی کی کامیابی کے لئے ہمیں دعائیں دو۔ پورے عالم کے لئے ایسی کامیاب قوت، جسے دنیا میں کوئی جیت نہ سکے، جس کے سامنے سارا عالم جھک جائے۔ ایسا بلند اخلاق اور دانشمندانہ رضا مندی ہماری پُر خار راہوں کو آسان کرے، ایسا علم ہمیں دو۔[5]

یہ جان کر کسی کو بھی حیرت ہو سکتی ہے کہ آر ایس ایس کے رضا کار ہندوستان کے موجودہ آئینی ڈھانچے کو محفوظ رکھنے کے بجائے مندرجہ ذیل عہد کرتے ہیں:

قادر کل خدا اور اپنے آباواجداد کی یاد آوری کر کے میں عہد کرتا ہوں کہ اپنے پاک ہندو مذہب، ہندو تہذیب اور ہندو معاشرے کی حفاظت کر کے ہندو راشٹر کی ہمہ گیر ترقی کے لئے ہی آر ایس ایس کا جز بنا ہوں۔ تنظیم کا کام میں معتبر ہو کے، بے غرضی اور عقل کے ساتھ تن من دھن سے کروں گا اور اس عہد کی تاحیات تعمیل کروں گا۔ بھارت ماتا کی جے۔[6]

ہندوستان کے سابق وزیراعظم ونائب وزیراعظم اور دیگر وزراء جو اپنے آپ کو بچپن سے ہی آر ایس ایس کا رضا کار کہتے ہیں ان سے اس ملک کے باشندے یہ ضرور جاننا چاہیں گے کہ وہ جمہوری وسیکولر ہندوستان کے لئے وفادار ہیں، یا اس کو تباہ کر کے ہندو ریاست بنانے کے کام میں محو ہیں۔ انہیں یہ ضرور بتانا ہوگا کہ وہ کس کے تئیں وفادار ہیں؟

ہندوستان کے موجودہ آئین کے بارے میں گولولکر کے خیالات بھی کم چونکانے والے نہیں ہیں۔ آر ایس ایس کے اس عظیم فلسفی کے مطابق:

> ہمارا ملکی آئین بھی مغربی ممالک کے مختلف دستوروں میں سے لئے گئے مختلف دفعات کے ایک بھاری بھرکم اور بے میل عناصر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایسا کچھ بھی نہیں جس کا ہم اپنا کہہ سکیں۔ اس کے رہنما اصولوں میں کیا ایک بھی لفظ اس بارے میں دیا گیا ہے کہ ہمارا ملکی نصب العین اور ہماری زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟ نہیں۔ ۷

فیڈرل ڈھانچے کے خلاف

فیڈرل (وفاقی) نظام بھارتیہ آئین کا ایک اہم جز ہے۔ آر ایس ایس بھارت کے فیڈرل ڈھانچے کے تئیں کتنا لگاؤ رکھتا ہے اس کا اندازہ گولولکر کی کتاب 'وچارنونیت' کے ایک باب 'ایکاتمک شاسن کی انیوار یتا' (مرکزیت کی

ضرورت) کو پڑھنے سے ہو جائے گا۔ اس باب میں صرف مرکزی سرکار کے وجود والے نظام کو فوراً لاگو کرنے کی ضرورت اور طریقے بتاتے ہوئے گولولکر لکھتے ہیں:

> اس مقصد کی راہ میں سب سے اہم اور پر اثر قدم یہ ہوگا کہ ہم اپنے ملک کے قانون سے فیڈرل ڈھانچے کی مکمل گفتگو کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں، ایک ریاست کے یعنی بھارت کے تحت کسی بھی ریاست یا ریاستی سرکار کے وجود کو مٹا دیں۔ ایک دیش، ایک ریاست، ایک انتظامیہ، کا اعلان کریں۔ اس میں جزوی علاقائی، فرقہ وارانہ، زبانی اور دوسری طرح کے فخر کا نشان بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ہندوستانی آئین کی ازسرنو جانچ اور ازسرنو تحریر ہو۔ ۸

گولولکر جنہیں بھاجپائی نیتا اپنا گاندھی مانتے ہیں، نے 1941 میں قومی ایکجہتی کونسل کے پہلے اجلاس کے لئے ایک پروانہ بھیجا۔ اس پروانے میں انہوں نے ہندوستان میں فیڈرل ڈھانچے کو ختم کرنے کی زوردار وکالت کرتے ہوئے کہا۔

> ''آج کا فیڈرل نظام علیحدگی کے جذبات پیدا کرنے اور بڑھاوا دینے والا ایک قومی جذبے کی سچائی کو ایک طرح سے ختم کرنے والا اس کو جڑ سے ہی ہٹا کر ازسرنو آئین ہند کو بدل کر صرف مرکزی سرکار والا نظام قائم ہو۔ ۹

آرایس ایس فیڈرل نظام سے کس حد تک نفرت کرتا ہے۔اس کا اندازہ اس بات سے ھی لگایا جاسکتا ہے کہ گولولکر مہاراشٹر صوبے کی تعمیر کے نہ صرف سخت مخالف تھے بلکہ ایک سیاسداں کے طور پر نئے صوبے کی تعمیر کے خلاف جلسوں میں کھل کر تقریر کرتے تھے۔ بمبئی (اب مُمبئی) میں صوبائیت مخالف تنظیم کی صدارت کرتے ہوئے گولولکر نے کہا تھا:

میں ایک ملک، ایک ریاست کی تائید کرتا ہوں، بھارت میں صرف مرکزی حکومت ہونی چاہئے اور نظام حکومت کے نظریے سے صوبے صرف علاقوں کے نام سے جانے-جانے چاہئیں۔[10]

فیڈرل نظام کے خلاف آرایس ایس کے ان اِنتہا پسند خیالات کو جاننے کے بعد یہ اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ مرکز اور ریاستوں کی سرکاروں میں موجود اس کے رضا کار بھارت کے فیڈرل نظام، جو کہ بھارتیہ آئین کا ایک بنیادی جز ہے، کو برباد کرنے میں کتنے جی جان سے لگے ہیں۔اس کا ایک شرمناک پہلو یہ بھی ہے کہ آرایس ایس ایک طرف تو فیڈرل نظام کے پورے طور پر خلاف ہے اور دوسری طرف کی ملک کے مختلف صوبوں میں سرکاریں بھی چلا رہا ہے۔

جمہوریت سے نفرت

آرایس ایس اپنے جنم سے ہی جموریت سے نفرت کرتا ہے اور یہ مانگ کرتا رہا ہے کہ بھارت میں ایک تاناشاہی نظام لاگو ہو۔ گولولکر نے 1940 میں مدراس (اب چنئی) میں آرایس ایس کے سارے دیش سے آئے چوٹی کے 1350 رضا کاروں کے سامنے جمہوریت کے خلاف زہر اگلتے ہوئے فرمایا:

ایک جھنڈے کے نیچے، ایک لیڈر کی رہنمائی میں، ایک ہی فلسفہ (وچار) سے سیکولر، راشٹریہ سویم سیوک سنگھ اس عظیم دھرتی کے کونے کونے میں ہندتو کی چمک دار مشعل کو روشن کر رہا ہے۔[11]

'ایک جھنڈا، ایک رہنما اور ایک فلسفہ، یہ وہی نعرہ ہے جو جرمنی میں نازی پارٹی اور اٹلی میں فاشسٹ پارٹی نے بلند کیا تھا۔ آرایس ایس نے یہ نظریہ ان تاناشاہی جماعتوں سے ہی ادھار لیا ہے۔

☆☆☆

آرایس ایس کی حصے داری!
جنگ آزادی میں......؟

آرایس ایس کے جنم داتا ڈاکٹر کے. بی. ہیڈگیوار اوران کے ولی عہد گوروگولولکر نے انگریز حکمرانوں کے خلاف کسی بھی تحریک میں کبھی کوئی حصہ نہیں لیا۔ یہ لوگ جنگ آزادی کی تحریکوں کوکس حدتک ناپسند کرتے تھے، اس کااندازہ جناب گروجی کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے:

معمولات میں ہر وقت محور ہنے کے خیال کی ضرورت کی اور بھی ایک وجہ ہے۔ وقت وقت پر ملک میں پیدا شدہ حالات کی وجہ سے دل میں بہت ہلچل رہتی ہے۔ سنہ1942 میں ایسی ہلچل ہوئی تھا۔ اس سے پہلے سنہ31-1930 میں بھی تحریک ہوئی تھی اس وقت کئی لوگ ڈاکٹر جی (ہیڈ گوار) کے پاس گئے تھے۔ اس اعلی سطحی وفد نے ڈاکٹر جی سے التجا کی کہ اس تحریک سے آزادی مل جائے گی اور تنظیم کو پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔ اس وقت ایک شخص نے جب ڈاکٹر جی سے کہا کہ وہ جیل جانے کے لئے تیار ہے، تو ڈاکٹر جی نے کہا 'ضرور جاؤ لیکن آپ کی غر

موجودگی میں آپ کے گھر کی ذمہ داری کون انجام دے گا؟' اُس شخص نے کہا، 'دوسال تک صرف گھر چلانے کے لئے نہیں بلکہ ضرورت کے مطابق جرمانہ بھرنے کا انتظام بھی انہوں نے کررکھا ہے۔' تو ڈاکٹر جی نے کہا 'گھر چلانے کا پوا انتظام کیا ہوا ہے تو اب تنظیم (آرایس ایس) کا ہی کام کرنے کے لئے نکلو۔ گھر جانے کے بعد وہ شخص نہ جیل گیا نہ آرایس ایس کا کام کرنے کے لئے باہر نکلا۔ ۱۲

گولولکر کے مندرجہ بالا خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آرایس ایس کا مقصد عام لوگوں میں نا امیدی اور مایوسی پیدا کرنا تھا، خاص طور سے ان قوم پرست لوگوں میں جو انگریز حکومت کے خلاف کچھ کرگزنے کی خواہش لے کر گھر سے آتے تھے۔

1942 کی بھارت چھوڑو تحریک کے بارے میں اگر آرایس ایس کا رویہ جاننا ہو تو شری گروجی (یعنی گولولکر) کے اس شرمناک قول کو پڑھنا کافی ہوگا:

سنہ1942 میں بھی کئی ایک کے دل میں زبردست جدوجہد چل رہی تھی اس وقت بھی سنگھ (آرایس ایس) کا روزمرہ کا کام چلتا رہا۔ براہ راست سنگھ نے کچھ نہ کرنے کا عہد کیا۔ لیکن سنگھ کے رضا کاروں کے دل ودماغ میں اتھل پتھل چل رہی تھی، سنگھ، یہ

ناکارہ لوگوں کی تنظیم ہے ،ان کی باتوں کے کچھ معنی نہیں ، ایسا صرف باہر کے لوگوں نے ہی نہیں کی اپنے رضا کاروں نے بھی کہا ۔وہ بہت ناراض بھی ہوئے ۔ ۱۳

اس طرح آر ایس ایس کے مفکر جناب گروجی سے ہمیں یہ تو پتہ چل جاتا ہے کہ آر ایس ایس نے بھارت چھوڑو تحریک کی تائید میں براہ راست کسی بھی طرح کی حصہ داری نہیں کی لیکن آر ایس ایس کی کسی اشاعت ، دستاویز یا خود گولولکر کے کسی قول سے آج تک یہ پتہ نہیں لگ پایا ہے کہ آر ایس ایس نے بلا واسطہ بھارت چھوڑو تحریک میں کسی طرح کی حصہ داری کی تھی ۔ گولولکر کا یہ کہنا کہ بھارت چھوڑ تحریک کے وقت آر ایس ایس کا روزمرہ کا کام جوں کا توں چلتا رہا بہت با معنی ہے ۔ یہ روزمرہ کا کام کیا تھا ؟ اسے سمجھنا ذرا بھی مشکل نہیں ہے ۔ یہ کام تھا مسلم لیگ کے دوش بدوش چل کر ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کھائی پیدا کرنا اور اسے گہرا کرنا ۔ اس نیک کام کے لئے ممنون انگریز حکمرانوں نے انہیں نوازہ بھی ۔ یہ بات قابل غور ہے کہ انگریزی حکومت نے آر ایس ایس اور مسلم لیگ پر کبھی بھی پابندی نہیں لگائی ۔

حقیقت یہ ہے کہ گولولکر نے خود بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کہ کہ آر ایس ایس انگریز مخالف تھا ۔ انگریز حکمرانوں کے چلے جانے کے بعد گولولکر نے 1960 میں اندور (مدھیہ پردیش) میں ایک تقریر کرتے ہوئے یہ مانا کہ کہا:

کئی لوگ پہلے اس ترغیب سے کام کرتے تھے کہ انگریزوں کو نکال کر ملک کو آزاد کرانا ہے ۔ انگیزوں کی رسمی طور پر چلے جانے کے بعد یہ ترغیب ڈھیلی پڑ گئی حقیقت میں اتنی ہی ترغیب رکھنے کی ضرورت نہیں تھی ۔ ہمیں یاد ہوگا کہ ہم نے آر ایس ایس کی 'پرتگیا' (عہد) میں مذہب اور تہذیب کی حفاظت کر کے ملک کی آزادی کا ذکر کیا ہے ،اس میں انگریزوں کے جانے نہ جانے کا ذکر نہیں ہے ۱۴

آر ایس ایس ایسی کسی بھی کارکردگی سے گریز کرتا تھا جو انگریز حکومت کے خلاف ہو آر ایس ایس کے ذریعے شائع کی گئی ڈاکٹر ہیڈ گیوار کی سوانح حیات میں بھی اس حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکا ہے ۔ جنگ آزادی میں ڈاکٹر صاحب کے رول کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ:

آر ایس ایس جنم کے بعد ڈاکٹر صاحب اپنی تقریروں میں ہندو تنظیم کے بارے میں ہی بولا کرتے تھے ۔ حکومت پر سیدھے تبصرہ نہیں کے برابر ہوا کرتا تھا ۱۵

ایک ایسے وقت میں جب بھگت سنگھ ، راج گرو ، اشفاق اللہ ، رام پرساد بسمل ، چندر شیکھر آزاد ، اور راجندر لہری جیسے سیکڑوں نوجوان ذات - پات ، اور مذہبی بھید بھاؤ کو بھلا کر بھارت کو انگریزوں کی غلامی

سے آزاد کرانے کے لئے اپنی جان نثار کر رہے تھے اُس وقت ہیڈ گیوار اور ان کے پیروکار ملک کا دورہ کرتے ہوئے صرف ہندو راشٹر اور ہندو تہذیب تک اپنے کو محدود رکھتے تھے۔ یہی کام اسلام کی جھنڈا بردار مسلم لیگ کر رہی تھی۔ ظاہر ہے ہندو-مسلمان کے بیچ تفرقے سے فائدہ صرف انگریز حکمرانوں کو ہی ہونا تھا۔

☆☆☆

آر ایس ایس کا جذبہ احترام!

شہیدوں کے لئے......؟

کوئی بھی ہندوستانی جو جنگِ آزادی کے شہیدوں کا احترام کرتا ہے، اس کے لئے یہ کتنا تکلیف دہ ہوسکتا ہے کہ آر ایس ایس انگریزوں کے خلاف جاں نثار کرنے والے شہیدوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ آر ایس ایس کے عظیم مفکر، گولولکر نے ملک کو آزاد کرانے کے لئے جان قربان کرنے والے عظیم لوگوں کے بارے میں اپنے چونکانے والے خیال پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

یقیناً ایسے لوگ جو اپنے آپ کو قربان کر دیتے ہیں بلند ہیں اور ان کا فلسفہ حیات خاص طور سے مردانہ ہے۔ وہ عام لوگوں سے جو کہ چپ چاپ قسمت کے آگے ہتھیار ڈال دیتے اور ڈرپوک اور ناکارہ بنے رہتے ہیں، بہت اونچے ہیں۔ پھر بھی ہم نے ایسے لوگوں کو معاشرے کے سامنے قابل مثال نہیں مانا ہے۔ ہم نے قربانی کو عظمت کا بلند مرکز جس کی انسان حسرت کرے، نہیں مانا ہے۔ کیونکہ آخر کار وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے اور ناکامی کا مطلب ہے کہ ان میں کوئی بڑا عیب تھا۔ ١٦

یقیناً یہی وجہ ہے کہ آر ایس ایس کی پوری تاریخ میں ان کا ایک بھی کارکن انگریزوں کے خلاف جنگ میں شہید نہیں ہوا!

گولولکر مادر وطن پر جانثار کرنے والوں کو کتنی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس کا اندازہ ان کے ذریعہ شہداء سے پوچھے گئے مندرجہ ذیل سوالات سے بھی ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ گولولکر یہ سوال انگریز حکمرانوں کی طرف سے پوچھ رہے ہیں:

انگریزوں پر غیظ وغضب کی وجہ سے کئی ایک نے بے مثال کارنامے کیئے۔ ہمارے دل میں بھی ایک آدھ مرتبہ خیال آسکتا ہے کہ ہم بھی ویسا ہی کریں۔ ویسا بے مثال کام کرنے والے یقیناً لائق تعظیم ہیں۔ اِس سے انسان کا دبدبہ ظاہر ہوتا ہے۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے شہید ہونے تک کا جذبہ جھلکتا ہے لیکن سوچانا چاہئے کہ اس سے (یعنی قربانی سے) مکمل ملک کا مفاد حاصل ہوتا ہے کیا؟ قربانی کی وجہ سے پورے معاشرے میں ملکی مفاد کے لئے جان قربان کرنے کا جلالی رویہ ظاہرہ نہیں ہوتا ہے۔ اب تک کا تجربہ ہے کہ دل میں سلگتی آگ عوام الناس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ [17]

ایک جون 1947 کو 'ہندو سامراجیہ دِوس' (یوم اقتدار) کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے عظیم وطن پرست ہونے کا دعویٰ کرنے والے گولولکر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے خلاف ہندوستانی عوام کی جنگ کے علامت، بہادر شاہ ظفر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا:

سنہ 1947ء میں ہندوستان کے نام نہاد آخری بادشاہ شاہ ظفر نے مندرجہ ذیل دہاڑ لگائی تھی:

غازیوں میں بو رہے گی جگ تلک ایمان کی
تخت لندن تک چلے گی تیغ ہندوستان کی

لیکن آخر ہوا کیا؟ سبھی جانتے ہیں وہ۔ [17]

یہاں پر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ آر ایس ایس جو اپنے آپ کو اس ملک کا اصلی وارث بتاتا ہے، اس کے 1952 سے لے کر 1947 تک کے پورے ادب میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں جلیاں والا باغ جیسے دردناک سانحات کی مذمت کی گئی ہو۔

☆☆☆

آرایس ایس پر پابندی
گاندھی جی کے قتل کے بعد؟

گاندھی جی کے قتل کے بعد ۴رفروری ۱۹۴۸ کو آرایس ایس پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ پابندی لگائے جانے کے پیچھے جو وجوہات تھیں ان میں کئی ملک مخالف کارروائیاں شامل تھیں۔حکومت کے ذریعے آرایس ایس پر پابندی لگا دینے والا فرمان بھی اپنے آپ میں بہت واضح تھا:

بھارت سرکار نے 2رفروری (1948) کو اپنے اعلان میں کہا ہے کہ اس نے ان سبھی ناپاک ارادہ رکھنے والی اور پرتشدد طاقتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا فیصلہ کیا ہے، جو ملک کی آزادی کو خطرے میں ڈال کر اس کے روشن نام پر کلنک لگا رہی ہیں۔ اسی حکمت عملی کے مطابق چیف کمشنروں کی زیرنگرانی سبھی علاقوں میں راشٹریہ سویم سیوک سنگھ پر پابندی لگانے کا فیصلہ بھارت سرکار نے کرلیا ہے۔ گورنروں کے زیر۔ نگرانی صوبوں یہی بھی اس طرح اعلان جاری کیا جارہا ہے۔ ۱۹

آرایس ایس پر پابندی لگانے والے حکم نامہ میں آگے چل کر بتایا گیا کہ:

سنگھ کے رضا کارنا جائز کام بھی کرتے رہے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں اس کے کارکن انفرادی طور پر آگ زنی، لوٹ مار، ڈاکے، قتل اور پوشیدہ طور پر اسلحہ، گولا اور بارود یکجاہ کرنے جیسی پر تشدد کارگزاریاں کررہے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ یہ لوگ پرچے بھی بانٹتے ہیں جن سے عوام کو دہشت گردراہوں کا آسرا لینے، بندوقیں جمع کرنے اور حکومت کے بارے میں انتشار پھیلا کرفوج اور پولیس میں بغاوت کرانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ۲۰

سرکاری فرمان میں وہ دیگر وجوہات بھی گنوائی گئیں جن کی وجہ سے آرایس ایس پر پابندی لگانا ضروری ہوگیا تھا۔ اس سلسلے میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب آرایس ایس پر پابندی لگائی گئی تو ملک کے وزیرداخلہ، سردار پٹیل ہی تھے جن کو آرایس ایس کانگریس میں اپنی پسندیدہ لیڈر مانتی تھی اور آج بھی مانتی ہے۔ اِنہی سردار پٹیل نے گاندھی جی کے قتل میں آرایس ایس کے کردار کے بارے میں خود گولولکر کو ایک خط میں جو کچھ لکھا تھا وہ بھی پڑھنے لائق ہے۔ سردار پٹیل کے 19-09-1948 کو لکھے گئے خط کے مطابق:

ہندوؤں کو منظم کرنا، ان کی مدد کرنا، ایک بات ہے لیکن ان کی مصیبتوں

کا بدلہ، نہتے اور لاچار مردوں، عورتوں اور بچوں سے لینا دوسری بات ہے۔

ان کے علاوہ یہ بھی تھا کہ کانگریس کی مخالفت کر کے اور اتنی سختی سے کہ نہ شخصیت کا خیال نہ تہذیب وتمدن کا دھیان رکھا، عوام میں ایک طرح کی بے چینی پیدا کر دی تھی۔ ان کی ساری تقاریر فرقہ وارانہ زہر سے پُر تھیں۔ ہندوؤں میں جوش پیدا کرنا اور ان کی حفاظت کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ زہر پھیلے۔ اس زہر کا نتیجہ آخر میں یہی ہوا کہ گاندھی جی کی بیش قیمت جان کی قربانی ملک کو سہنی پڑی اور سرکار اور عوام کی ہمدردی ذرا بھی آر ایس ایس کے ساتھ نہیں رہی، بلکہ ان کے خلاف ہو گئی۔ ان کی موت پر آر ایس ایس والوں نے جو خوشی ظاہر کی تھی اور مٹھائی بانٹی اس سے مخالفت اور بھی بڑھ گئی اور حکومت کو اس حالت میں آر ایس ایس کے خلاف کارروائی کرنا ضروری تھا۔ تب سے اب تک 6 مہینے سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ ہم لوگوں (سرکار) کو امید تھی کہ اتنا وقت گزرنے کے بعد سوچ وچار کر کے آر ایس ایس والے سیدھے راستے پر آجائیں گے۔ لیکن میرے پاس جو رپورٹیں آتی ہیں ان میں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پرانی کارروائیوں کو نئی جان دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ۲۱

ہندو مہا سبھا کے ایک چوٹی کے رہنما، شیاما پرشاد مکھرجی کو ۱۸ر جولائی ۱۹۴۸ کو لکھے ایک

خط میں سردار پٹیل نے پھر اس سچائی کو دہرایا کہ گاندھی جی کا قتل آر ایس ایس اور ہندو مہاسبھا کی کرتوتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔ سردار پٹیل کے مطابق:

جہاں تک آر ایس ایس اور ہندو مہا سبھا کی بات ہے، گاندھی جی کے قتل کا معاملہ عدالت میں ہے اور مجھے اس میں ان دونوں تنظیموں کی حصہ داری کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ لیکن ہمیں ملی رپورٹیں اس بات کو واضح کرتی ہے کہ ان دونوں تنظیموں کا، خاص کر آر ایس ایس کی کارروائیوں کے نتیجے میں دیش میں ایسا ماحول بنا کہ ایسا بر سانحہ ممکن ہو سکا۔ میرے دماغ میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہندو مہا سبھا کا انتہا پسند حصہ سازش میں شامل تھا۔ آر ایس ایس کی روائیاں سرکار اور ریاستی نظام کے وجود کے لئے صاف طور پر خطرناک تھیں۔ ہمیں ملی رپورٹیں بتاتیں ہیں کہ پابندی کے باوجود وہ کارروائیاں بند نہیں ہوئی ہیں۔ دراصل وقت گزرنے کے ساتھ آر ایس ایس کا حلقہ زیادہ انتہا پسند ہو رہا ہے اور تباہ کن کارروائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔ ۲۲

☆☆☆

آر ایس ایس ثقافتی تنظیم!

اتنا بڑا جھوٹ؟

آر ایس ایس ہمیشہ یہ پروپیگنڈہ کرتا رہتا ہے کہ وہ ایک معاشرتی-تہذیبی تنظیم ہے اور اس کا سیاست سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ اسی طرح بھارتیہ جنتا پارٹی کے اعلیٰ لیڈر جو زیادہ تر سنگھ کے پرچارک (مبلغ) ہیں یہ کہتے نہیں تھکتے کہ بھاجپا ایک آزاد سیاسی تنظیم ہے یہ ایسا سفید جھوٹ ہے (اور ایسے جھوٹ صرف آر ایس ایس سے جُڑے لوگ ہی بول سکتے ہیں) جسے پورا ملک جانتا ہے۔ خود آر ایس ایس کے دستاویزوں میں موجود مندرجہ ذیل حقائق سے بھی یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ آر ایس ایس ملک کی سیاست کو اپنے شکنجے میں لینا چاہتا ہے۔

آر ایس ایس کے فلاسفر گولولکر نے سیاست چلانے کا اپنا منصوبہ بنایا تھا۔ اس منصوبے کی تفصیل پیش کرتے ہوئے 15/مارچ 1960 کو اندور (مدھیہ پردیش) میں آر ایس ایس کے اعلی درجے کے کارکنوں کی ایک کُل ہند کانفرنس میں انہوں نے بتایا کہ:

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اپنے کچھ رضا کار سیاست میں کام کرتے ہیں۔

وہاں انہیں اس کام کی ضروریات کے مطابق جلسے، جلوس وغیرہ کرنے پڑتے ہیں، نعرے لگانے پڑتے ہیں۔ ان سب باتوں کی ہمارے کام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن ڈرامے کے کردار کی طرح جو رول لیا اس کی قابلیت سے ادائیگی تو کرنی ہی چاہئے مگر نٹ کے رول سے آگے بڑھ کر کام کرتے - کرتے کبھی - کبھی لوگوں کے دل میں اس کے تئیں لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ پھر اس کام میں آنے کے لئے وہ بے کار ثابت ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔ ضرورت ہوئی ہم آسماں تک بھی اچھل کود کر سکتے ہیں لیکن جو ذمہ داری لی اسے پورا کرنا ہی ہوگا۔ ۲۳

آر ایس ایس سیاست میں کس طرح کے رضا کار بھیجتا ہے اور انہیں کس طرح کٹھ پتلی کی طرح نچواتا ہے، اُس کی تفصیل خود گولولکر نے 16/مارچ 1954 کو اپنی ایک تقریر میں ان الفاظ میں پیش کی:

اگر ہم نے کہا کہ ہم تنظیم (سنگٹھن) کے حصے ہیں ہم اس کے اصول مانتے ہیں تو پھر سلیکٹیونیس (پسند - ناپسند) کا زندگی میں کوئی مقام نہ ہو۔ جو کہا وہی کرنا۔ کبڈی کھیلنے کو کہا تو کبڈی، بیٹھک کرنے کو کہا تو بیٹھک - جیسے اپنے کچھ دستوں سے کہا کہ سیاست میں جا کر کام کرو تو اس کے معنی یہ نہیں

کہ انہیں اس کے لئے بڑی رغبت اور خواہش ہے۔ وہ سیاسی کام کے لئے اس طرح نہیں تڑپتے جیسے بنا پانی کے مچھلی۔ اگر انہیں سیاست سے واپس آنے کو کہا تو بھی اس میں کوئی دقّت نہیں۔ اپنی دانشمندی کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو کام سونپا گیا اس کی اہلیت حاصل کریں گے۔ ایسا فیصلہ کر کے یہ لوگ چلتے ہیں۔ ۲۴

گولولکر کے یہ جملے اس سچائی کو اچھی طرح ظاہر کر دیتے ہیں کہ آر ایس ایس کتنی غیر سیاسی تنظیم ہے۔ ان اقوال سے یہ حقیقت بھی ابھر کر سامنے آجات ہے کہ آر ایس ایس ملکی سیاست پر اپنا شکنجہ کسنے کے لئے کس کس طرح کی سازشیں کرتا ہے۔

ایک آزاد سیاسی جماعت! بھاجپا......؟

اب ذرا آر ایس ایس کے دستاویزوں کی روشنی میں اس دعوے کو بھی پرکھیں کہ بھاجپا آر ایس ایس سے آزاد ایک سیاسی جماعت ہے۔ آر ایس ایس کے مرکزی اشاعتی ادارے کا نام 'سُر وچی پرکاشن' ہے۔ اس نے 1997 میں ایک کتاب شائع کی جس کا عنوان تھا 'پرم ویبھو کے پتھ پر' (عظیم او نچائیوں تک جانے والے راستے پر) اس کتاب کے پیش لفظ میں اس اشاعت کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

رضا کار جتنی طرح کے کام کرتے ہیں ان کے جو تعارف کے بنا سنگھ (آر ایس ایس) کا تعارف بھی نامکمل رہے گا اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے رضا کاروں کے ذریعے کئے جا رہے مختلف کاموں کی مختصر جانکاری اس کتاب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں بیان کی گئی تنظیمی پوزیشن 1996 تک کی ہے۔ یقین ہے کہ رضا کاروں کے ساتھ جو سنگھ کو سمجھانا چاہتے ہیں یہ کتاب ان کے لئے بھی کارگر ثابت ہوگی۔ ۲۵

اس کتاب میں آر ایس ایس کے ذریعے تشکیل میں لائی گئیں دس سے بھی زیادہ تنظیموں کا ذکر ہے۔ ان تنظیموں میں اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد، سیوا بھارتی، سودیشی جاگرن منچ اور ہند جاگرن منچ کے ساتھ ساتھ تیسرے نمبر پر بھارتیہ جنتا پارٹی کو رکھا گیا ہے۔ آر ایس ایس نے 1951 میں بھاجپا کی ابتدائی شکل جن سنگھ کو ایک سیاسی گروہ کی صورت میں کس طرح کھڑا کیا، اس کی بھی تفصیل اس کتاب میں ہے۔ بھاجپا، آر ایس ایس کی سرپرستی میں کس طرح کام کرتی رہی ہے اس کی جو تفصیل اس کتاب میں دی گئی، ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

''بھاجپا نے کچھ اہم موضوعات کو لے کر ملکی سطح پر عوامی بیداری کے نظریے سے وقتاً فوقتاً رتھ یاتراؤں کا کامیاب پروگرام چلایا۔ ان میں خاص ہیں شری لال کرشن اڈوانی کی ۱۹۹۰ کی رام رتھ یاترا، ڈاکٹر مرلی منوہر شوی کی ۱۹۹۰ء کی ایکتا یاترا (شری نگر یاترا) ان یاتراؤں نے ثقافتی قومیت (سانسکرتک راشٹرواد) کے تصورت کو عام آدمی تک پہنچانے کا اور عوام میں قومی جذبے کی بیداری کا کام کیا ہے۔''۲۴

☆☆☆

آر ایس ایس کس کا پیروکار؟ ہٹلر کا؟ ملک مخالف تنظیموں کا......؟

ملک کی حفاظت اور سالمیت کے بارے میں آر ایس ایس بہت فکر ظاہر کرتا ہے۔اس کے لئے وہ کیمپ اور اجلاس (شِور اور مہاشِور) منعقد کرتا ہے اور رابطہ عامہ کے لئے تحریکیں بھی چلاتا ہے۔آر ایس ایس کے مطابق ہمارے ملک میں پاکستانی خفیہ ایجنسی، آئی ایس آئی، کا ایک خفیہ جال پھیلا ہوا ہے۔ظاہر ہے کہ آئی ایس آئی ہمارے دیش میں آپسی رنجش کو ہوا دے کر خانہ جنگی جیسے حالات پیدا کرانا چاہتی ہے تا کہ پورا ملک ٹکڑوں میں بٹ جائے۔مگر آر ایس ایس خود اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے کیا کر رہا ہے یہ جان کر کسی کا بھی دل دہل سکتا ہے۔

ہمارے ملک کو ٹکڑے۔ٹکڑے کرنے کا خواب سجائے آئی ایس آئی یہ چاہتی ہے کہ اس ملک کے لوگ مذہب کے نام پر لڑیں تا کہ اُس کو اپنی روٹیاں سیکھنے کا موقع مل سکے،اور آر ایس ایس اسی کام میں جی جان سے لگا ہے۔آر ایس ایس سے یہ پوچھا جانا چاہئے کہ کیا اس نے 1992 میں بابری مسجد کو گرا کر سارے ملک کو فرقہ واریت کی آگ میں نہیں

جھونکا؟ کیا ایسا کر کے اس نے آئی ایس آئی جیسی ملک مخالف تنظیموں کے پیادوں کا کردار نہیں نبھایا؟ ملک کے اقلیتوں کے بارے میں آر ایس ایس جو زہر پھیلاتا رہا ہے، پھیلا رہا ہے اور اس طرح سے اس سے جڑے لوگ اقلیتوں خاص طور سے مسلمانوں اور عیسائیوں پر سارے ملک میں حملے بول رہے ہیں، اس کے چلتے ہوئے سب سے زیادہ خوش صرف آئی ایس آئی جیسی ملک دشمن تنظیم ہی ہو سکتی ہے۔ آر ایس ایس کس طرح اس ملک کے مختلف مذہبی فرقوں کو لڑوانے میں لگا ہے اس کا اندازہ گولولکر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کے بارے میں خیالات کو جان کر لگایا جاسکتا ہے۔

گولولکر کی 1939 میں شائع ہوئی انگریزی کتاب 'وی آر اور نیشن ہڈ ڈی فائنڈ' میں ہٹلر کے ذریعے شروع کئے گئے نازی ثقافتی قومیت کے تاناشاہی فلسفے کی شان میں قصیدے پڑھے گئے۔ اسی کے ساتھ ہی گولولکر نے اپنی کتاب میں اقلیتوں کے صفائے کے بارے میں جو منصوبے بیان کئے وہ اس ملک کی تقسیم چاہنے والی کسی بھی تنظیم کو بہت پسند آئیں گے۔ گولولکر نے لکھا:

اپنے دماغ میں اس بات کو بٹھانا ضروری ہے کہ کیسے قدیم ممالک نے اپنے اقلیت کے مسئلے کو حل کیا ہے۔ وہ اپنی ریاست میں کسی بھی دیگر عناصر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں رہے۔ محاجروں کو قدرتی طور پر آبادی

کے اصل حصے میں یعنی قومی نسل میں اپنے آپ کو ملانا ہوتا ہے ان کی تہذیب، زبان اور خوابوں کو قبول کرتے ہوئے، اپنی الگ پہچان کے جذبے کو درکنار کرتے ہوئے، اپنی غیر ملکی ہونے کی بنیاد کو بھولتے ہوئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو صرف غیر ملکی لوگوں کی طرح رہ سکتے ہیں۔''

قوم کے تمام بندشوں اور قانونوں سے بندھے ہوئے، ملک کو سہن کرتے ہوئے، کسی بھی خاص حق کے ہی نہیں بلکہ کسی بھی حق یا سہولت کے حقدار نہ ہو کر، ایسے غیر ملکی عناصر (یعنی اقلیتوں) کے لئے صرف دو راستے کھلے ہیں یا تو قومی نسل میں پوری طرح گھل مل جائیں، اس کی تہذیب کو اپنا لیں یا قومی نسل کے رحم و کرم پر ملک میں رہیں، جب تک قومی نسل اجازت دیتی ہے۔ اور اگر ملکی نسل کی مرضی ہو تو ملک چھوڑ کر چلے جائیں یہی ایک صرف ایک موزوں حل ہے، صرف اسی طرح ملک کی صحت مند زندگی بنا پریشانی چل سکتی ہے۔ صرف ایسا کر کے ملک کی سیاست میں پنپ رہے ایک ریاست کے اندر کینسر کی طرح دوسری ریاست کے پیدا ہونے کے خطرے سے بچا جاسکتا ہے۔

قدیم عقل مند ممالک کے تجربات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں غیر ہندو عوام کو یا تو ہندو، تہذیب اور زبان اپنا لینی چاہیے۔ ہندو مذہب کا احترام کرنا چاہیے اور ہندو ملک کی تعریف کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی انہیں نہ صرف اس ملک اور اس کی قدیم روایتوں کی جانب بدمزاجی اور احسان فراموشی کا نظریہ چھوڑنا ہوگا بلکہ اس کے بجائے محبت اور عقیدت کا مثبت نظریہ اپنانا ہوگا۔ مختصر یہ کہ انہیں غیر ملکی نہیں بنے رہنا چاہیے ورنہ ہر طرح کے خاص حقوق، اولیت پر منحصر برتاؤ اور یہاں تک کہ انسانی حقوق سے فراموش رہ کر اس ملک میں رہنا ہوگا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔''۲۷

آزادی کے بعد گولولکر نے اپنے ایک مضمون 'انٹرنل تھریٹس' (داخلی خطرے) میں ملک کے تین دشمن گنوائے جن میں نمبر ایک پر ملک کے مسلمانوں کو رکھا گیا۔ دیش کی سب سے بڑی اقلیت کے بارے میں اپنے بنیادی نظریات کا خلاصہ کرتے ہوئے گولولکر نے لکھا کہ:

دنیا میں بیشتر ممالک کی تاریخ کا یہ تکلیف دہ سبق رہا ہے کہ ملک کی حفاظت کو بیرونی حملہ آوروں کی بہ نسبت داخلی مخالفت عناصر سے زیادہ خطرہ ہوتا

ہے۔ بدقسمتی سے جب سے انگریزوں نے اس ملک کو چھوڑا ہمارے ملک میں ملکی تحفظ کا یہ اولین سبق بھلا دیا گیا ہے۔ آج تک یہ کہنے والے بیشتر لوگ موجود ہیں کہ اب مسلمان مسئلہ بالکل نہیں رہا ہے۔ پاکستان کی مدد کرنے والے وہ سب دہشت گرد عناصر ہمیشہ کے لئے چلے گئے ہیں۔ باقی مسلمان ہمارے وطن پرست ہیں اس طرح کے بھروسے میں رہنا خودکشی کے برابر ہوگا۔ اس کے برخلاف پاکستان کی تعمیر سے یہ مسلم خطرہ سیکڑوں گنا بڑھ گیا ہے......۲۸

اور یہ سب زہر اگلتے ہوئے گولولکر اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ:

عام طور پر ہر جگہ پر ایسے مسلمان ہیں جو ٹرانسمیٹر کے ذریعے پاکستان سے مستقل رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اقلیت ہونے کے سبب عام شہریوں کے ہی نہیں بلکہ کچھ خاص حقوق اور خاص عنایات کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ کم سے کم اب ہم جاگیں، چاروں جانب دیکھیں اور بڑے بڑے مخصوص مسلمانوں کے الفاظ اور تحریریوں کے صحیح معنی سمجھیں۔ ان کے اپنے ہی بیانات نے آج نامی قوم پرست مسلمانوں، کو بھی ان کی اصلی ننگے روپ میں ظاہر کر دیا ہے۔ آج بھی مسلمان چاہے وہ سرکاری اعلیٰ عہدے پر ہوں یا اس کے

باہر ہوں ملک مخالف اجتماعات میں کھلے طور پر حصہ لیتے ہیں۔ ان کی تقریروں میں بھی سرکشی اور جنگ کی جھنکار رہتی ہے۔ ۲۹

اسی طرح کا زہر عیسائیوں کے بارے میں اگلتے ہوئے، گولولکر نے فرماتے ہیں:

جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے اوپری طور سے دیکھنے والوں کو تو وہ نہایت سکون پسند ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لئے محبت اور ہمدردی کی مورتی کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔ ان کی کارگزاریاں صرف غیر مذہبی ہی نہیں، ملک مخالف بھی ہیں۔ ۳۰

اس سلسلے میں آگے تفصیل بیان کرتے ہوئے گولولکر کہتے ہیں:

''اسی طرح کا کردار ہمارے ملک میں رہنے والے عیسائی شرفاء کا ہے۔ وہ یہاں ہماری زندگی کے مذہبی و معاشرتی دھاگوں کو ہی ختم کرنے کے لئے کوشاں نہیں بلکہ مختلف علاقوں میں اور اگر ممکن ہو تو پورے ملک میں سیاسی اقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ۳۱

آزاد بھارت میں جو بھی شخص یا تنظیم ملک کے شہریوں کے بارے میں اس طرح کا زہر اگلتے ہیں وہ صرف دیش کو توڑنے والوں کی ہی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ دکھ اس بات کا ہے کہ انہیں اس زہر کو پھیلانے سے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

☆☆☆

آر ایس ایس کی سماجی سوچ!

اتنی غیر انسانی؟

'منواسمرتی' ایک صحیفے کی شکل میں اچھوتوں، دلتوں اور خواتین کے لئے ایک غیر انسانی فلسفے کا حامل ہے۔ 'منواسمرتی' ان کے ساتھ جانوروں کے سے برتاؤ کی وکالت کرتا ہے، ان کے حقوق کو پامال کرنے پر زور دیتا ہے۔ اور آر ایس ایس جیسی 'ہندتو' سیاست کے علمبردار تنظیمیں 'منواسمرتی' کو بھارتیہ آئین کی جگہ لاگو کرنا چاہتی ہیں 'منواسمرتی' ان کے لئے کتنی عظیم اور پاک ہے یہ 'ہندتو' تحریک اور آر ایس ایس کے فلاسفر اور رہنماء، ونائیک دامودر ساورکر کے مندرجہ ذیل جملوں سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا:

'منواسمرتی' ایک ایسا مذہبی صحیفہ ہے جو ہمارے ہندو قوم کے لئے ویدوں کے بعد سب سے زیادہ لائق عقیدت ہے اور قدیم زمانے سے ہی ہماری ہندو تہذیب، رسم و رواج، خیالات اور برتاؤ کی بنیاد ہو گیا ہے۔ صدیوں سے اس کتاب نے ہمارے ملک کی روحانی اور مذہبی تحریک کو نقش بند کیا ہے۔ آج بھی کروڑوں ہندو اپنی زندگی اور عادتوں میں جن قوانین کی تعمیل

کرتے ہیں وہ 'منواسمرتی' کے مطابق ہیں۔ آج 'منواسمرتی' ہندو قانون ہے۔۳۲

جب ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی نے ہندوستان کے آئین کو آخری جامہ پہنایا تو راشٹریہ سویم سیوک سنگھ نے 'منواسمرتی' کو ہندوستان کا آئین نہیں بنائے جانے پر سخت ناراضگی ظاہر کی۔ اپنے انگریزی ترجمان 'آرگنائزر' میں ایک ایڈیٹوریل (26 رنومبر 1949) میں اس نے ان لفظوں میں شکایت کی:

ہمارے آئین میں قدیم ہندوستان میں ہوئے بہترین آئینی چیزوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ منو کا قانون اسپارٹا کے لائیکرگس یا پارسیہ کے سولون کے بہت پہلے لکھا گیا تھا۔ آج تک اس قانونی نظام کی جو 'منواسمرتی' میں پیش کیا گیا ہے سارے عالم میں تعریف کی جاتی ہے اور یہ خود بخود مذہبی تعمیل کا جذبہ اور یکسانیت پیدا کرتا ہے، لیکن ہمارے آئین پنڈتوں کے لئے اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔۳۳

26 رجنوری 1950 کو ہندوستان کو عوامی جمہوریت ہونے کا اعلان کیا گیا اور دستور اساسی کو مکمل طور پر لاگو کیا گیا۔ اس موقع پر عدالت عالیہ کے ریٹائرڈ جج شنکر سبا ایر نے آر ایس ایس کے اخبار میں 'منو ہمارے دل پر راج کرتے ہیں' عنوان سے ایک مضمون میں لکھا:

حالانکہ ڈاکٹر امبیڈکر نے حال میں ممبئی میں کہا کہ منو کے دن لد گئے ہیں مگر پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ ہندوؤں کی روزہ مرہ زندگی 'منواسمرتی' اور دیگر اسمرتیوں میں پیش کردہ اصولوں اور فرمانوں سے متاثر ہے۔ یہاں تک کہ جو قدامت پرست ہندو نہیں ہیں وہ بھی کچھ معاملات میں اسمرتیوں میں پیش کردہ کچھ قانون سے اپنے آپ کو بندھا ہوا محسوس کرتے ہیں اور ان میں اپنی عقیدت چھوڑنا نہیں چاہتے ہیں۔۳۴

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ 1927ء میں خود ڈاکٹر امبیڈکر کی موجودگی میں 'منواسمرتی' کو ایک انسانیت مخالف کتاب مان کر اس کی ایک جلد کو مہاد، مہاراشٹرا میں جلایا گیا تھا۔ آر ایس ایس اسی کتاب کو ملک کا آئین بنانا چاہتا ہے۔

دلتوں اور اچھوتوں کے لئے منو کے قانون

۱۔ واحد خدا نے خلق کو بہبودی اور خوشحالی کے لئے اپنے منہ، باہنہ زانو (ران) اور پاؤں سے براہمن شتریہ، ویش اور شودر ذاتوں کو پیدا کیا۔

۲۔ بھگوان نے شودر ذات کے لوگوں کے لئے ایک ہی کار فرض طے کیا ہے کہ دیگر تینوں ذاتوں کی غیر متغیر جذبے خدمت کرنا۔

۳۔ شودر اگر دیگر ذاتوں، براہمن، شتریے اور ویش کو گالی دیتا ہے تو اس کی زبان کاٹ دینی چاہئے کیونکہ نیچی نسل ہونے کی وجہ سے وہ اس سزا کا حقدار ہے۔

۴۔ شودر کے ذریعے متکبر انداز میں بے رخی سے دیگر ذاتوں کے نام اور ذات کے

بارے میں بولنے پراس کے منہ میں دس اُنگل لوہے کی جلتی کیل ٹھوک دینی چاہئے۔

۵۔شودر کے ذریعے متکبرانداز میں برہمنوں کو وعظ ونصیحت دینے کی ہمت کرنے پر راجہ کواس کہ منہ اورکان میں گرم تیل ڈال دینا چاہئے۔

۶۔شودر اگر دیگر ذات کے کسی آدمی پر جس عضو سے حملہ کرتا ہے۔اس کا وہ عضو کاٹ دینا چاہئے یہی منو کی تعلیم ہے اگر وہ لاٹھی اٹھا کر حملہ کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے اور اگر طیش میں آکر پاؤں سے حملہ کرتا ہے تو اس کے پاؤں کاٹ دینے چاہئیں۔

۷۔اعلیٰ ذات کے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش رکھنے والے شودر کی کمر کو داغ کر اسے وہاں سے نکال دینا چاہئے یا پھر اس کے دونوں کولہے اس طرح کٹوا دینا چاہئے کہ نہ وہ جی سکے اور نہ مر سکے۔

۸۔متکبرانہ انداز میں کم ذات کے ذریعے اعلیٰ ذات پر تھوکنے پر راجہ کو اس کے ہونٹ، پیشاب کرنے پر آلہ تناسل اور ہوا خارج کرنے پر نچلا حصہ کٹوا دینا چاہئے۔

۹۔شودر کے ذریعے متکبرانہ انداز میں اعلیٰ ذات کے کسی شخص کو مار ڈالنے کے مقصد سے اس کے بالوں، داڑھی، گردن، پاؤں اور عضو خاص کو پکڑنے پر اس کے ہاتھوں کو بنا سوچے سمجھے ہی کاٹ دینا چاہئے۔

خواتین کے لئے منو کے قانون

۱۔مردوں کو اپنی عورتوں کو رات دن اپنے قابو میں رکھنا چاہئے۔

۲۔عورت کی بچپن میں باپ، جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹے حفاظت کرتے ہیں یعنی وہ ان کے زیر نگرانی رہتی ہے اور اسے نگرانی میں جینا چاہئے ایک عورت کبھی بھی

آزادی کی حقدار نہیں ہے۔

۳۔بگڑنے کے چھوٹے سے موقع سے بھی عورتوں کو ارادتاً اور سختی سے بچانا چاہئے کیونکہ سختی نہیں کرنے پر اس طرح کی عورتیں دونوں (والدین اور شوہر) خاندانوں کو بدنام کرتی ہیں۔

۴۔سبھی ذاتوں کے لوگوں کے لئے مذہبی طور پر ضروری ہے کہ وہ اپنی عورتوں پر سختی برتیں۔یہ دیکھ کر کمزور شوہروں کو بھی اپنی عورتوں پر قابو کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

۵۔ارادتاً عورت کی حفاظت کرنے (قابو میں رکھنے) والا مرد ہی اپنی اولاد، کردار، خاندان اور خود کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

۶۔یہ عورتیں نہ تو مرد کی عمر اور نہ ہی اس کی خوبصورتی کا خیال کرتی ہیں۔انہیں تو صرف مرد ہونے سے مطلب ہے۔یہی وجہ ہے کہ مرد کو حاصل کرتے ہی یہ اس سے صحبت کے لئے تیار ہو جاتی ہیں چاہے وہ بدصورت ہو یا خوبصورت۔

۷۔منو کے مطابق برہما جی نے مندرجہ ذیل عادتیں فطری طور پر عورتوں میں پائی ہیں۔ بہترین بستر، زیورات کے استعمال کا شوق، شہوت کا جنون، ٹیڑھاپن، جلن، حسد، گھومنا پھرنا اور سج دھج کر دوسروں کو دکھانا۔

۸۔عورتوں کو وید منتروں کا پاٹھ نہیں کرنا چاہئے یہی شاستر میں کہا گیا ہے۔کیونکہ عورتیں کم عقل و کم فہم (یعنی صحیح نہ دیکھنے، سننے، بولنے والی) ہوتی ہیں۔

☆☆☆

آرایس ایس کا ملک!

دوقومی نظریہ میں اعتقاد؟

آرایس ایس اپنے آپ کوساور کرنے کے 'ہندوتو' کے فلسفے کا اصلی وارث مانتا ہے ڈاکٹر ہیڈ گیوار نے ساور کر سے لمبی گفتگو کے بعد ہی آرایس ایس کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ حقیقت کسی سے چھپی نہیں ہے کہ ساور کر واضح طور پر آزادی سے قبل کی مسلم لیگ کے دوقومی نظریے میں یقین رکھتے تھے۔ ہندومہاسبھا کے 19ویں اجلاس (سنہ 1937، احمد آباد) کے موقع پر صدارتی خطبہ پڑھتے ہوئے، ساور کر نے کہا تھا:

فی الحال ہندوستان میں دو مقابل ملک پاس پاس رہ رہے ہیں۔ کئی نا پختہ سیاستدان یہ مان کر سنجیدہ غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ ہندوستان پہلے ہی سے ایک پر اخلاص ملک کی شکل میں ڈھل گیا ہے۔ اس طرح کے ہمارے نیک نیت والے لا پرواہ دوست خوابوں کو حقیقت میں بدلنا چاہتے ہیں۔ پختہ حقیقت یہ ہے کہ نام نہاد فرقہ وارانہ سوال اور کچھ نہیں بلکہ سیکڑوں سالوں سے ہندو اور مسلمانوں کی بیچ تہذیبی، مذہبی اور قومی رقابت کے نتیجے میں ہم تک پہنچے ہیں۔ آج یہ قطعی نہیں مانا جا سکتا کہ ہندوستانی ایک یکجہتی میں پروئی ہوئی قوم ہے۔ بلکہ اس کے خلاف ہندوستان میں خاص طور پر دو قومیں ہیں ہندو اور مسلمان۔ ۳۶

صرف اتنا ہی نہیں جب ۱۹۴۲ء کی بھارت چھوڑ تحریک کی وجہ سے انگریزوں نے کانگریس پر پابندی لگا دی تھی اور پورے ملک میں زبردست سرکاری ظلم ڈھایا جا رہا تھا۔ ان حالات میں اور ان

دِنوں مسلم لیگ اور ہندومہاسبھا نے ملک کے کئی صوبوں میں سرکاریں چلائیں تھیں۔ اس شرمناک ملی بھگت کو جائز ٹھہراتے ہوئے ساور کر نے سنہ 1942 میں ہندومہاسبھا کے کانپور اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

عملی سیاست میں بھی ہندومہاسبھا جانتی ہے کہ ہمیں عقلمندانہ مفاہمت کے ذریعے آگے بڑھنا چاہئے۔ حال ہی میں سندھ کی سچائی کو دیکھیں یہاں سندھ ہندومہاسبھا نے دعوت کے بعد مسلم لیگ کے ساتھ ملی جلی سرکار چلانے کی ذمہ داری لی۔ بنگال کی مثال بھی سب کو پتہ ہے۔ جھگڑالو لیگ (یعنی مسلم لیگ) جنہیں کانگریس اپنی تمام خود سپردگی کے باوجود خوش نہیں رکھ سکی، ہندومہاسبھا کے ساتھ تعلق قائم کرنے پر دلیلی مفاہمت اور سماجی اخلاق کے لئے تیار ہو گئے اور وہاں کی ملی جلی سرکار مسٹر فضل الحق کی وزیر اعظمیت اور مہاسبھا کے قابل اور محترم لیڈر شیاما پرساد مکھرجی کی سرپرستی میں دونوں فرقوں کے فائدے کے لئے ایک سال تک کامیابی سے چلی۔ 37

آرایس ایس نے ساور کر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس سچائی کو ماننے سے انکار کر دیا کہ بھارت دیش ہندو۔مسلمان اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے لوگوں سے مل کر بنا ہے۔ خاص آزادی کے موقعہ پر (14 اگست 1947) کو اس کے انگریزی ترجمان اخبار 'آرگنائزر' نے ایک اڈیٹوریل کے ذریعہ بھارتیہ قوم کی مندرجہ ذیل شرمناک وضاحت کی:

"قومیت کی جھوٹی سمجھ سے گمراہ ہونے سے ہمیں بچنا چاہئے۔ بہت سے دماغی بھٹکاو اور حال و مستقبل کی پریشانیوں کو دور کیا جا سکتا ہے اگر ہم اس آسان سچائی کو مان لیں کہ ہندوستان میں صرف ہندو ہی قوم کی تشکیل کرتے

ہیں اور قومیت کا ڈھانچہ اسی محفوظ اور صحیح بنیاد پر کھڑا کیا جانا چاہئے۔ اس قوم کو ہندوؤں کے ذریعے، ہندو روایتوں، تہذیب، افکار اور امیدوں کی بنیاد پر ہی بنایا جانا چاہئے۔

یہ حقیقت بھی کسی سے چھپی نہیں ہے کہ اگر آر ایس ایس ہندوؤں کو ایک الگ قوم (راشٹر) مانتا ہے تو وہ یہ بھی قبول کر رہا ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ الگ قوم ہیں۔ یہ بالکل وہی سوچ ہے جو قبلِ آزادی مسلم لیگ کی تھی۔

آر ایس ایس کے ان ملک دشمن خیالات اور حرکتوں سے تمام عوام کو روشناس کرانا، آج کی قوم پرستی کا بنیادی تقاضہ ہے۔ یہ ایک ایسی تنظیم ہے۔ جس کا اس ملک کی زندگی، تاریخ اور دکھ۔ درد سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ اب وہ حاشیے پر پڑی ایک تنظیم نہیں ہے بلکہ اپنے ایک خاص سازشانہ انداز میں پورے بھارتیہ ریاست اور معاشرے کو تباہ کرنے میں مشغول ہے۔ اگر اس عظیم ملک، یہاں کی جمہوریت اور یہاں پر پھل پھول رہی ملی جلی تہذیب کو بچانا ہے تو آر ایس ایس کے اصلی چہرے کو بے نقاب کرنا بہت ضروری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر کسی ایک تنظیم کو بھارتیہ بنانا ہے تو وہ آر ایس ایس ہی ہے۔

ختم شدہ

حوالے

۱۔ ایم ایس گولوالکر، شری گروجی سمگر درشن، بھارتیہ وچار سادھنا، ناگپور، حصہ اول ص ۱۸

۲۔ ایضاً ۹۸

۳۔ ایم ایس گولوالکر، وچار نونیت، گیان گنگا جے پور، ۱۹۸۷ ص ۲۳۷

۴۔ ایضاً ص ۲۳۷

۵۔ آر ایس ایس شاکھا وریشکا، گیان گنگا، جے پور ۱۹۹۷ ص ۱

۶۔ ایضاً ص ۶۶

۷۔ وچار نونیت ص ۲۳۷

۸۔ ایضاً ص ۲۲۷

۹۔ سمگر درشن، حصہ سوم ص ۱۲۸

۱۰۔ ایضاً ص ۷۰

۱۱۔ شری گوروجی سمگر درشن، حصہ ۱، ص ۱۱

۱۲۔ سمگر درشن، حصہ چہارم ص ۴۰-۳۹

۱۳۔ ایضاً ص ۴۰

۱۴۔ ایضاً ص ۲

۱۵۔ سی پی بھیشکر ہنگھ ورکش کے بیج: ڈاکٹر کیشو راؤ ہیڈگیوار، سروچی، دلی ۱۹۹۴ ص ۲۴

۱۶۔ وچار نونیت ص ۲۸۱

۱۷۔ سمگر درشن حصہ اول ۶۲-۶۱

۱۸۔ ایضاً ۱۲۱

۱۹۔ سمگر درشن حصہ دوم ص ۹

۲۰۔ ایضاً ص ۹

۲۱۔ آر ایس ایس جسٹس آن ٹرائل، ہسٹورک ڈاکومینٹس آف گروجی گورنمنٹ کوریسپونڈینس، بنگلور ص ۸۲۔۲۲

۲۲ (حوالہ سردار پٹیل، سلیکٹ فار سپانڈینس ۱۹۵۰۔۱۹۴۵، حصہ ۲، ص:۲۸۳

۲۳۔ سمگر درشن حصہ چہارم ص ۵۔۴

۲۴۔ سمگر درشن حصہ سوم ۳۲

۲۵۔ سدانند سپرے، پرم ویبھو کے پتھ پر، سروچی، دلی ۱۹۹۷ ص ۷

۲۶۔ ایضاً ص ۱۹

۲۷۔ گولولکر، وی آر اور نیشن ہڈ ڈیفائنڈ، ناگپور، ۱۹۳۹ ص ۴۸-۴۷

۲۸۔ وچار نونیت ص ۱۷۷-۱۷۶

۲۹۔ ایضاً ص ۱۸۷-۱۸۵

۳۰۔ ایضاً ص ۱۹۰-۱۸۸

۳۱۔ ایضاً ص ۱۹۳

۳۲۔ وی ڈی ساورکر، ساورکر سمگر، حصہ چہارم، میں 'منواسمرتی میں مہیلائیں'، پربھات، دہلی ۲۰۰۰ ص ۴۱۶

۳۳۔ آرگینائزر ۳۰ رنومبر ۱۹۴۹ ص ۳

۳۴۔ ایضاً ۶ رفروری ۱۹۵۰ ص ۷

۳۵۔ منو کے یہ قانون ایف میکسمولر 'منواسمرتی' کے انگریزی ترجمے 'لاز آف منو' (۱۸۸۶) سے لئے گئے ہیں۔

۳۶۔ سمگر ساورکر وانگمے، پونا، ۱۹۶۳، ص ۲۹۶

۳۷ ایضاً ۴۸۰۔۴۷۹

ہندو مہاسبھا اور مسلم لیگ نے NWFP یعنی سرحدی صوبے میں بھی ۱۹۴۲ میں مخلوط سرکار کی تشکیل کی تھی